شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ

اور

تصوّف

تصنیف

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی مدظلہ

حواشی

علامہ ابو حماد محمد مختار اشرفی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور تصوّف
تصنیف	:	ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی
حواشی	:	علامہ ابو حماد محمد مختار اشرفی
سن اشاعت	:	شوال المکرم ۱۴۲۸ھ۔ اکتوبر ۲۰۰۷ء
تعداد اشاعت	:	۲۲۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

کتاب وسنّت کے ظاہری وباطنی معنی ومفاہیم کے تقاضوں پر صدقِ دل اور پورے خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضورِ اکرم ﷺ سے اس کو حاصل کیا اور صحابۂ کرام سے تابعین وتبع تابعین ودیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ نے حاصل فرما کر اس کی آبیاری میں اپنی تمام تر کوششیں صَرف کردیں۔جنید بغدادی، امام جعفر صادق، ابوبکر شبلی، شیخ اکبر محی الدین، غوثِ اعظم، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ نقشبند، خواجہ محی الدین چشتی، شیخ سرہندی اور شاہ ولی اللہ قدس سرھم سمیت تمام اولیاء کرام اپنے اپنے مبارک دور میں قافلۂ صوفیاء کے سالاروں میں شامل رہے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں تصوف کو فروغ دینے والوں میں امام الہند شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ولیٔ کامل حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۱۴ شوال ۱۱۱۴ھ بروز منگل، دہلی میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں محرم الحرام ۱۱۷۶ھ میں وصال فرما گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ علومِ ظاہری وباطنی سے مالا مال تھے، مختلف علوم وفنون کی تحصیل میں کمال حاصل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ درس وتدریس، وعظ وارشاد اور تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ترجمہ وتفسیر، حدیث وفقہ کے ساتھ ساتھ آپ نے تصوف میں بھی شاندار قلمی خدمات سرانجام دی ہیں۔چنانچہ تصوف میں آپ کی تصانیف میں سے الطاف القدس، القول الجمیل، الانتباہ، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور شفاء القلوب خاص طور پر مشہور ومعروف ہیں۔

ان کُتب میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے جہاں تصوف کے حقائق ومعارف اور اس کے لطائف ودقائق کو بیان فرمایا، وہیں پر اس میں دَر آنے والے غیر اسلامی افکار ونظریات اور جاہل صوفیاء کے غیر سنجیدہ اقوال واعمال کا بھی تنقیدی محاسبہ کیا ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تصوف کے حوالے سے آپ کی محققانہ تحقیقاتِ عالیہ کو تصوف کی خدمت ہی کے حوالے سے دیکھا جاتا، لیکن یار لوگوں نے ان تحقیقات کو شاہ صاحب کے تصوف مخالف نظریات کے طور پر پیش کیا، بلکہ اپنے باطل عقائد ونظریات کی تائید کے لئے آپ کی کتبِ تصوف میں جابجا لفظی ومعنوی تحریفات کی گھٹیا

اور غیر سنجیدہ حرکت کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ایسے میں اہلِ سنّت کے علمی حلقوں پر یہ ذمہ داری لازم ہوگئی تھی کہ وہ اس بارے میں لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کریں۔چنانچہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی مدظلہ العالی نے بروقت اس سلسلے میں مجلّہ تحقیقات اسلامی، علیگڑھ، انڈیا: میں ''شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیدِ تصوف اور اس کی حدّیں'' کے نام سے ایک علمی وتحقیقی مضمون سپردِ قلم فرمایا، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے مفت سلسلۂ اشاعت نمبر 162 کے تحت شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی مدظلہ ہندوستان کے ایک علمی وتحقیقی اور صوفیانہ خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، دینی ودنیاوی دونوں قسم کے علوم سے مالا مال ہیں۔کئی ایک کتب ورسائل کے مصنف ہیں، نیز آپ کے بیسیوں علمی وتحقیقی مضامین ومقالات، پاک وہند کے معروف جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

تصوف سے آپ کو خاص لگاؤ ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحاریر کا غالب حصہ تصوف کے حقائق ومعارف کے بیان پر مشتمل ہے، زیرِ نظر تحریر بھی آپ کی تصوف ہی کی علمی خدمات سے ایک ہے، جس میں آپ نے تصوف مخالف حلقوں کی جانب سے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی تحقیقات وتنقیدات کو اپنے نظریے کی تائید میں پیش کرنے، کا علمی وتحقیقی محاسبہ فرمایا ہے۔

رکنِ مجلس شوریٰ جمعیت اشاعت اہلسنّت اور اس کے تحت چلنے والے مدرسہ درس نظامی کے ممتاز مدرس علامہ ابوحماد محمد مختار اشرفی مدظلہ نے اس تحریر میں مشکل الفاظ اور پیچیدہ اصطلاحات کی وضاحت وتسہیل کی خدمت سرانجام دی ہے، موصوف اس سے قبل بھی کئی ایک کتب ورسائل کے حواشی وتسہیل کی ذمہ داری بااحسن وخوبی نبھا چکے ہیں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اللہ عزوجل مصنف ومحشی کو مزید خدماتِ دینی کی توفیق عطا فرمائے اور اس تحریر کو تصوف مخالف طبقات کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ النّبی الأمین صلّی اللہ علیہ وسلّم

محمد عمران معراج نافع القادری
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم، گارڈن ویسٹ، کراچی

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور تصوّف

حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ/۱۷۰۳۔۱۷۶۳ء) ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جہاں ہر طرف تصوف کا غُلغُلہ[1] تھا، شیخِ طریقت والد اور صاحبِ ذوق و معرفت چچا کے زیر سایہ پرورش پائی، ان کے اساتذہ اور مشائخ نے بھی ان کے اس رجحان کو قوت عطا کی اور جلا بخشی۔ خود مبدأ فیاض[2] نے تصوّف و روحانیت کو ان کی طبیعت میں خوب رچا بسا دیا تھا، شاہ صاحب قولاً فعلاً، نظراً و عملاً صوفی تھے اور ابتداء سے انتہاء تک صوفی رہے، ان کی فکری زندگی کو سفرِ حرمین سے قبل و بعد کے اَدوار میں تقسیم کرنا لغو و عبث[3] ہے، وہ ساری زندگی صوفیاء کے مشرب کے امین و نقیب[4] رہے۔ نفسِ تصوّف کی تردید کی جا سکتی ہے، شاہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی مقام و مرتبے سے بھی انکار کیا جا سکتا ہے لیکن اس امر کا انکار مشکل ہے کہ شاہ صاحب خالصتاً صوفی تھے۔ کیونکہ اول الذکر ایک فکری مسئلہ اور دعویٰ ہے جو فی حد ذاتہ ردّ و قبول کا امکان رکھتا ہے، جب کہ دوسری بات ایک تاریخی حقیقت ہے۔ شاہ صاحب وحدۃ الوجود، فنا و بقا، توجہ الی الشیخ (حیًا و میتًا)، کشف و کرامات، احوال و مقامات، الہام و مشاہدات، توسّل و استمداد[5]، استعانتِ اولیاء وغیرہ کے قائل تھے اور میلاد و فاتحہ، عرس و نیاز، سماع، مجالسِ ربیع الاول و محرم، ذکرِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ، ختمِ خواجگان، زیارتِ قبور اور دعا تعویذ وغیرہ پر عامل تھے اور زندگی بھر ان پر دعوتِ عمل دیتے رہے۔ دلائل

[1] دھوم — [2] فیوض کا سرچشمہ (مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)

[3] بے کار — [4] خبر دینے والا۔ مدح خواں

[5] ذریعہ۔ وسیلہ ڈھونڈنا۔ مدد چاہنا

الخیرات[6]، قصیدۂ بردہ، جواہر خمسہ اور دعائے سیفی وغیرہ کی سند رکھتے تھے، اور اپنے مریدین و متوسّلین میں تقسیم کرتے تھے۔

اتنا ہی نہیں، بلکہ شاہ صاحب کے یہاں افکار و اشغال کی صورت میں بعض ایسے متصوّفانہ عناصر ملتے ہیں جن سے خود بیش تر حامیانِ تصوّف بھی براءت کرتے نظر آتے ہیں، جیسے طوافِ قبور اور ستاروں کی تاثیرات جیسے اقوال، یا پھر سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کی حلّت جیسے مسائل، جو اشارہ و کنایہ میں ان کی کتابوں اور تحریروں میں دستیاب ہیں، یہاں دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ تصوّف و خانقاہ سے قطع نظر مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم بھی طوافِ قبور، سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کو شِدّت کے ساتھ حرام اور اسلامی تعلیمات کے دائرہ سے خارج سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب جیسے صوفی بلکہ فنا فی التصوّف سے تصوّف و صوفیاء پر تنقید کے باب میں کچھ زیادہ توقع نہیں کی جا سکتی، اور ان کے یہاں جو کچھ تنقید ملتی ہے وہ بالکل ویسی ہے جیسی فقہاء کرام، اصحابِ حِیَل[7] پر اور مُحدِّثین، وَضّاعین[8] اور راویانِ ضعاف پر کرتے ہیں۔(۱)

شاہ صاحب کے یہاں تصوّف و صوفیاء پر تنقیدی عناصر کی کمی کی ایک وجہ ان کا تطبیقی و توفیقی مزاج و مشرب بھی ہے جو ان کی فکر کا جزء لاینفک[9] ہے، وہ حتی الامکان مسائل میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے متعدد مقام پر اسے اپنا ایک خصوصی وصف قرار دیا ہے۔

اس موضوع کے سلسلے میں ایک اور دشواری شاہ صاحب کے نام سے جعلی کتابوں کی اشاعت اور ان کی اپنی کتابوں میں تحریف و الحاق[10] کی شہرت ہے، مثلاً ''البلاغ

[6] درود شریف کی مقبول کتاب کا نام، جسے علامہ جزولی نے مرتب کیا۔

[7] حیلہ کی جمع — [8] حدیث گھڑنے والے

[9] ضروری و لازمی — [10] بعد میں شامل کیے جانے

المبین'' نامی کتاب میں اس موضوع کے سلسلے میں خاصا مواد ہے، لیکن اس کا الحاقی ہونا ایک ثابت شدہ امر ہے، یہ کتاب نہ صرف اپنے موضوعات، طرزِ تحریر اور زبان و بیان کے اعتبار سے شاہ صاحب کی تصنیفات سے مختلف ہے بلکہ خارجی شہادتیں بھی اسے الحاقی ثابت کرتی ہیں، چنانچہ شاہ رفیع الدین کے نواسے اور شاہ صاحب کی کتابوں کے ناشر سید ظہیر الدین احمد نے انفاس العارفین کے آخر میں شاہ صاحب اور دوسرے اکابرین خانوادۂ ولی اللہی کے نام سے منسوب جعلی و الحاقی کتابوں کی جو فہرست دی ہے، اس میں بھی البلاغ المبین کا نام درج ہے، تصوّف و اعمالِ صوفیا سے متعلق خود تفہیمات الٰہیہ وغیرہ معروف کتابوں میں بعض ایسی تنقیدات ملتی ہیں جو شاہ صاحب کے عمومی فکر اور ان کے اپنے معمولات سے متصادم[11] ہیں۔

اس سلسلے میں میرا اپنا تجربہ بھی ہے، میں اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں تفہیمات شائع شدہ از ڈھابیل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ایسی عبارت میں مجھے توقف ہوا جس میں جہال صوفیا کے ساتھ ساتھ مجاہدون للتصوف[12] کو بھی قطاع الطریق[13] اور لصوص الدین[14] قرار دیا گیا، یہ بات صرف فکرِ ولی اللہی سے ہی نہیں بلکہ سیاقِ عبارت سے بھی ہم آہنگ نہ تھی، بعض گرامی قدر بزرگوں اور دوستوں نے عبارت کو قابلِ قبول معنی دینے کی کوشش کی مگر مجھے اطمینان نہیں ہوا، کیونکہ معنی کو صحیح فرض کر لینے کے باوجود عبارت کے سیاق وسباق میں اس مفہوم کی نامانوسیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی، جب قاسمی صاحب کے نسخے اور دوسرے مطبوعہ نسخوں میں بھی یہی عبارت ملی تو میں نے مخطوطات کی جانب رجوع کیا، مجھے اپنے ذاتی مخطوطے کے علاوہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ایک مخطوطے میں بھی ''مجاہدون للتصوف''[15] کے

11 باہم ٹکرانا
12 علم معرفت میں کوشش و یافت کرنے والے
13 ڈاکو
14 دین کے لٹیرے
15 تصوف میں کوشش کرنے والے

بجائے ''جاحدون للتصوف''[16] ملا، یعنی منکرین و معاندینِ تصوّف کو شاہ صاحب نے جاہل صوفیاء کے زمرے میں رکھا ہے، اور دونوں کو قطاع الطریق اور لصوصِ دین[17] قرار دیا ہے۔

شاہ صاحب کی تصوّف پر تنقید کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلی قسم میں وہ تنقیدات شامل ہیں جن میں تصوّف کے مسائل و افکار وغیرہ پر جرح کی ہے اور دوسری قسم ان تنقیدات پر مشتمل ہے جن کا نشانہ ان کے معاصر[18] ''جُہّال صوفیہ'' ہیں۔

پہلی قسم کی تنقیدوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات، رسول اکرم ﷺ تک خرقہ پوشی کی روایت کی اسناد اور مفاضلہ وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں۔

شاہ صاحب مُحدِّثین کے طریقے پر متوفر[19] روایات کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو ثابت نہیں مانتے، لیکن فوراً ہی ان کا توفیقی مشرب[20] سامنے آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں: ''لیکن تمام صوفیاء کا اس ملاقات پر اجماع ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے''۔

خرقہ پوشی کی روایت کے سلسلے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تحفۃ البررۃ'' میں بیان کیا ہے کہ خرقہ پوشی کی نسبت آں حضور ﷺ تک حدیثِ مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے...... میں عرض کرتا ہوں کہ محققین مُحدِّثین نے آنحضرت ﷺ تک اس اتصال کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے طبقے کے

16 تصوف کا انکار کرنے والے
17 دین کے رہزن و چور
18 ہم زمانہ
19 کثیر
20 موافقت کرنے والا طریقہ

مشائخ تک ہمیشہ خرقہ کی نسبت قائم کرتے ہیں"۔(۲)

بعض متأخر صوفیاء کے یہاں ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے لگتا ہے کہ یہ حضرات "انسانِ کامل" کو "مَلکِ مقرّب" پر فضیلت دیتے ہیں، شاہ صاحب نے اس فکر کی تردید کی ہے، فرماتے ہیں:

وَقَعَ عِنْدَ كَثِيْرٍ مِّنْ أَهْلِ اللّٰهِ أَنَّ الْبَشَرَ الْكَامِلِيْنَ مِنْهُمْ مُفَضَّلُوْنَ عَلَى الْمُقَرَّبِيْنَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَ لَيْسَ هٰذَا بِصَوَابٍ (۳)

بہت سے اہل اللہ کے نزدیک کامل انسان مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح شاہ صاحب نے "الولاية أفضل من النبوة" (ولایت نبوت سے افضل ہے) کے عقیدے کا بھی رد کیا ہے۔(۴) اور اس ضمن میں بعض صوفیاء کے یہاں رائج اس معروف تاویل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، جس کے مطابق یہاں ولایت سے مراد نبی کی ولایت ہے۔

اگر چہ محققین و اکابرین صوفیاء کے یہاں قرآن و سنّت کی اتباع ہی اول و آخر معیار ہے، حتی کہ جمہور صوفیاء نے اصحابِ شطحات[۲۱] کی بھی رعایت نہیں کی اور واضح طور پر یہ اعلان کردیا کہ "لَيْسَتْ كَلِمَةُ فَرْدٍ حُجَّةً عَلٰى جَمَاعَةٍ شِعَارُهَا التَّمَسُّكُ بِالْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ" (۵) (کسی ایسی جماعت کے ایک فرد کا قول اس کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا جن کا یہ شعار ہو کہ ہر حال میں کتاب و سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رہا جائے) لیکن بعض متأخر صوفیاء کے یہاں "بہ مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں گوید" کو رواج مل گیا اور یہ فقرہ مشہور ہو گیا کہ "من قال لشيخه: لِمَ، لَنْ يُّفْلِحَ أَبَدًا" (جس نے اپنے شیخ سے یہ کہا کہ: ایسا کیوں ہے؟ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا) شاہ صاحب نے

۲۱ کسی مجذوب شخص کا حالت جذب میں کوئی خلاف شریعت کلمہ کہنا۔

متاخرین کی اس فکر کی پُرزور با تمثیل تردید فرمائی ہے:

إِذَا أَمَرَ عَارِفٌ رَجُلًا مُرِيْدًا أَنْ يَّشْتَرِيَ الْخَمْرَ وَ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُبِحْهُ الشَّارِعُ كَمَا وَقَعَ لِشَمْسِ الدِّيْنِ التبريزي مَعَ مَوْلَانَا الرُّوْمِي فَيَنْبَغِيْ لِلْمَأْمُوْرِ أَنْ لَا يَفْعَلَهُ وَ لِيَعْتَذِرَ عُذْرًا بَيِّنًا، وَلَا يَشْتُمُهُ، وَلَا يَسُبُّهُ فَلَعَلَّ تَحْتَ ذٰلِكَ طَائِلٌ خِلَافًا لِأَكْثَرِ الصُّوْفِيَاءِ (۶)

اگر کوئی عارف (باللہ) اپنے کسی مرید سے کہے کہ وہ شراب یا کوئی اور ناجائز چیز خرید لائے، جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی کے ساتھ شمس تبریزی کی جانب سے پیش آیا تھا تو مرید کو چاہئے کہ اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور واضح طور پر معذرت کرلے اور شیخ کو برا بھلا نہ کہے، کیونکہ ممکن ہے اس کے پیچھے کوئی حکمت پوشیدہ ہو، اکثر صوفیاء کا اس میں اختلاف ہے۔

حلول و اتحاد کا عقیدہ[۲۲] خالصتاً غیر اسلامی عقیدہ ہے، اور ہر دور کے صوفیاء نے اس پر نکیر کی ہے (۷)، شاہ صاحب بھی ان اکابرین کی ہم نوائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثُمَّ نَبَتَتْ فِرْقَةٌ خَبِيْثَةٌ وَ هِيَ الْفِرْقَةُ الَّتِيْ تَزْعَمُ "أَنَّ اللّٰهَ عَيْنُ الْعَالَمِ وَ الْعَالَمُ عَيْنُ اللّٰهِ وَ لَيْسَ هُنَاكَ حِسَابٌ وَّ لَا عَذَابٌ" (۸)

پھر ایسا فرقۂ خبیثہ ظاہر ہوا جو یہ گمان کرتا ہے کہ "اللہ عالم کا عین اور عالم اللہ کا عین ہے اور سرے سے کوئی حساب و کتاب نہیں ہے"۔

وَ هٰؤُلَاءِ الْمُتَصَوِّفَةُ الْقَائِلُوْنَ بِأَنَّ الْعَالَمَ عَيْنُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَيْنُ الْعَالَمِ زَنَادِقَةٌ وَ ضَرَرُهُمْ عَلَى الْعَامَةِ شَدِيْدٌ وَ كَبِيْرٌ (۹)

۲۲ ایک باطل عقیدہ جس کی رو سے خالق کا مخلوق میں اس طرح سمایا جانا کہ دونوں میں فرق نہ رہے۔

اور یہ متصوفین جو اس بات کے قائل ہیں کہ: اللہ عین عالم اور عالم عین اللہ ہے، زنادقہ ہیں، عوام الناس کے لئے یہ بے حد نقصان دہ ہیں۔

شاہ صاحب نے حد سے تجاوز کرنے والے متقشف[23] قسم کے زاہدوں پر اپنی کتابوں میں سخت تنقیدیں کی ہیں اور انہیں خاص نشانہ بنایا ہے، الطاف القدس میں فرماتے ہیں:

"صحابہ اور تابعین کے مبارک دور کے بعد کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے تعمق[24] اور تشدد کا راستہ اختیار کیا اور کسر نفسی کے بارے میں ایک بھنک ان کے کانوں میں پڑ گئی تو انہوں نے تشخیص اور مقدار کا لحاظ کئے بغیر ہر بیماری کے لئے ہر دوا تجویز کر دی اور کہنے لگے کہ اس راہ میں رسم و عادت اور رسوم رواج کے علاوہ کوئی چیز مانع نہیں ہے، لہٰذا کوشش کر کے نفس سبعی[25] و شہوی[26] کو مغلوب کرنا چاہئے، ان لوگوں نے نفسانی خواہشات، لذیذ طعام اور عمدہ لباس ترک کر دیئے، ان کی طبیعت ان بیمار لوگوں کی سی ہو جاتی ہے جو مسلسل بیماری کی وجہ سے نفس کے تمام تقاضوں کو فراموش کر چکے ہوتے ہیں، یا پھر ان کی طبیعت ان خوش مزاج زاہدوں جیسی ہو جاتی ہے جو متمدن لوگوں کی تہذیب سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں"۔(۱۰)

متاخرین صوفیا کے یہاں یا ان میں سے بعض کے یہاں ظاہر و باطن کی جامعیت کا فقدان ملتا ہے، شاہ صاحب نے اسے بھی ہدفِ ملامت بنایا ہے، کیونکہ تصوف میں ظاہر و باطن دونوں کی تطہیر و تعمیر پر زور دیا گیا ہے، اور یہی جامعیت قرآن کا مطلوب ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ (الانعام:۱۵۱)[27]

---

۲۳ خود سے تنگ زندگی گزارنے والے

۲۴ کسی مسئلے میں ضرورت سے زیادہ گہرائی میں جانا اور اس پر سختی کرنا

۲۵ چیر پھاڑ کرنے پر راغب ۲۶ شہوت سے متعلق نفس

۲۷ ترجمہ: اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"ایک گروہ تو باطن کی درستگی پر اکتفا کرتا ہے اور ظاہر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بلکہ اسے آسان اور معمولی سمجھتا ہے اور یہ متاخر صوفیاء کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے"۔(۱۱)

شاہ صاحب صوفیا کرام کے اوراد و اشغال پر پوری زندگی عمل پیرا رہے اور اس ضمن میں آپ نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، لیکن بایں ہمہ[28] اگر وہ سلاسلِ صوفیا میں موجود کسی عمل کی کتاب و سنّت سے دلیل نہیں پاتے اور اس کے لئے کوئی تاویلِ حَسَن بھی تلاش نہیں کر پاتے تو اس سے اپنی برأت کے اعلان سے کسی پس و پیش سے کام نہیں لیتے تھے، القول الجمیل میں فرماتے ہیں:

لِلْچشتیة صلوة تُسمّٰی صَلاةُ المَعْكُوْسِ لَمْ نَجِدْ من السُّنَّةِ وَ لَا أَقْوالِ الفقهاءِ ما نَشُدُّهَا به فلذلك حَذَفْنَاهَا (۱۲)

چشتیوں کے یہاں ایک نماز ہے جسے صلاۃ معکوس[29] کہتے ہیں، لیکن اس کی تائید میں مجھے سنّت اور فقہاء کے اقوال میں کوئی چیز نہیں ملی، لہٰذا میں نے اسے حذف کر دیا۔

اسی طرح اس کتاب کی چوتھی فصل میں اشغالِ مشائخ قادریہ کا ذکر ہے جس میں ایک شغل آنے والے احوال و وقائع کے کشف کا ہے، اس میں قرآن کریم کو آگے پیچھے، دائیں اور بائیں ہر چہار سمت میں کھلا رکھنا پڑتا ہے، اس کا مکمل ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

قُلْتُ هٰذا ما قِيْلَ، و في قلبي منه شيء لما فيه من اساءة الأدب بالمصحف (۱۳)

یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میرا دل اسے گوارا نہیں کرتا، کیونکہ اس میں قرآن شریف کی ایک طرح کی بے ادبی ہے۔

---

۲۸ ان اوصاف کے باوجود ۲۹ الٹی نماز

شاہ صاحب نے بعض نقشبندی صوفیاء کے اس ''گمان'' کا بھی رد کیا ہے کہ اس سلسلے میں اوراد و وظائف نہیں ہیں، اور اس کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ ''ہمعات'' میں فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ مشہور روایات میں صبح و شام اور سوتے وقت کے اذکار وادعیہ کے مذکور ہونے کے باوجود خواجہ نقشبند ان کا کلیتاً انکار کردیں، نقلی دلائل میں مولانا یعقوب چرخی کے ''رسالۂ اُنسیہ'' کا حوالہ دیا ہے اور خواجہ نقشبند کے اس قول کو بھی پیش کیا ہے کہ: ''ہمارے طریقے کی بنیاد احادیث و آثار کے اتباع پر ہے''۔(۱۴)

اسی میں شاہ صاحب نے طریقۂ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں کے ذکرِ جہری سے انکار کو ہٹ دھرمی بتایا ہے۔(۱۵)

شاہ صاحب خود صوفی ہونے کے باوجود صوفیاء کی دُور از کار[۳۰] تاویلات کو ناپسند کرتے تھے، بعض مقامات پر تو ان پر بڑے دلچسپ پیرائے میں طنز کیا ہے، سلوک و جذب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شریعت میں راہِ سلوک کی تو وضاحت کی گئی ہے لیکن راہِ جذب کو بیان نہیں کیا گیا ہے جس طرح شریعت میں اسمِ اعظم اور لیلۃ القدر کی تشریح نہیں کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود جو لوگ شارع علیہ السلام کے اقوال کو ''راہِ جذب'' پر محمول کرتے ہیں تو اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی علمِ نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ ابن حاجب'' سے تصوّف کے قوانین اخذ کرے''۔(۱۶)

شاہ صاحب نے جہاں کوئی بات خلافِ شرع دیکھی یا مسلمانوں کے حق میں اسے مضر سمجھا تو بلاتوقف[۳۱] اس کا تعاقب و محاسبہ فرمایا:

شخصے پیش من گفت کہ بعض مشائخ متاخرین در حق مریدین خود بشارت می دہند کہ از مرتبۂ جنید قدم پیش نہادہ است یا بہ ولایت فلاں پیغمبر رسیدہ

[۳۰] پیچیدہ [۳۱] بلاجھجک

ایک شخص نے میری موجودگی میں کہا کہ: بعض مشائخ متاخرین نے اپنے کسی مرید کے بارے میں یہ بشارت دی کہ وہ حضرت جنید بغدادی سے بھی آگے بڑھ گیا ہے یا فلاں پیغمبر کی ولایت کے مقاصد تک پہنچ گیا ہے......۔

شاہ صاحب اس پر نقد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایں حرف تصنع است'' یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔(۱۷)

شاہ صاحب کی تنقیدات کی **دوسری قسم** کا تعلق اصلِ تصوف سے نہیں ہے، بلکہ ان کے معاصر صوفیاء سے ہیں، جنہیں وہ جہال، متقشفین، کرامت فروشاں[۳۲] وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں، درحقیقت یہ لوگ تصوّف کی بجائے اُس زوال پذیر مسلم معاشرے کی نمائندگی کر رہے ہیں جو طوائف الملوکی[۳۳] کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اس معاشرے میں صرف صوفیاء ہی زوال پذیر نہیں تھے، بلکہ زندگی کا ہر شعبہ علوم وفنون کے تمام اصناف اور مسلمانوں کے سارے طبقات، فساد میں گرفتار اور رجعتِ قہقری[۳۴] کا شکار تھے، چنانچہ جہاں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جُہال صوفیاء کی گرفت کی ہے وہاں علم سے عاری[۳۵] عبادت گزاروں، متقشفین فقہا، حرفیت پسند مُحدِّثین اور غالی[۳۶] قسم کے اصحابِ معقولات و علم کلام کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے، فرماتے ہیں:

و لایصحب جُهّال الصّوفية و لا جُهّال المتعبّدين، ولا المتقشّفة من الفقهاء و لا الظاهرية من المحدثين، و لا الغلاة من أصحاب المعقول و الكلام، بل يكون عالماً صوفياً زاهداً في الدنيا دائم التّوجّه إلي اللّٰه منصبغاً بالأحوال العلية راغباً في السنّة متبعاً لحديث

[۳۲] مراد ہے شعبدہ بازی کر کے روپیہ کمانے والے [۳۳] بدنظمی و بےعملی کے دور کے
[۳۴] اُلٹے پاؤں واپس لوٹنا [۳۵] خالی [۳۶] حد سے بڑھنے والے

رسول اللّٰہ ﷺ و آثار أصحابه، طالباً لشرحها و بيانها من كلام الفقهاء المحقّقين...... (۱۸)

جاہل صوفیاء، جاہل عبادت گزاروں، متقشف فقہاء، ظاہر پرست مُحدِّثین اور غالی معقولیوں اور مُتکلّمین کی صحبت اختیار مت کرو، بلکہ ایک ایسے صوفی عالم بن کر رہو جو دنیا سے کنارہ کش ہو اور ہمیشہ اللہ عزّ و جلّ کی طرف متوجہ ہو، بلند احوال میں ڈوبا ہوا ہو، سنّت میں رغبت رکھتا ہو، رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ طیبہ اور صحابۂ کرام کے آثار کا پیرو ہو، اور (ہوائے نفس کے بجائے) مُحقّقین فقہاء کے فرمودات سے ان احادیث و آثار کی شرح و بیان کو اخذ کرنے والا ہو۔

ایک اور جگہ جس کی طرف ابتداء میں اشارہ کیا جا چکا ہے، شاہ صاحب جاہل صوفیا اور معاندین[۳۷] تصوّف کی سرزنش کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان دونوں طبقوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور اعتدال و توازن کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و نحن لا نزدري أحداً من العلماء فالكل طالبو الحق، و لا نعتقد العصمة في أحد غير النبي ﷺ، و الميزان في معرفة الخير و الشر الكتاب على تأويله الصريح، و معروف السنّة لا اجتهاد العلماء و لا أقوال الصوفية، و ليس منّا مَن لم يتدبّر كتاب الله و لم يتفهّم حديث نبيه ﷺ و ليس منّا مَن ترك ملازمة العلماءِ أعني الصوفية الذين لَهُم حظٌّ من الكتاب والسُّنّةِ أو الراسخين في العلم الذين لهم حظ من الصوفية...... أما الجهال من الصوفياء و الجاحدون في التصوف فأولئك قطّاع الطّريق و لصوص الدين

۳۷ تصوّف کے دشمن

فإيّاک و إيّاهم (۱۹)

ہم کسی عالم کی تحقیر نہیں کرتے، سب طالبانِ حق ہیں، البتہ ہم نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور خیر و شر سے آگہی کا معیار صرف واضح تاویل کی روشنی میں اللہ کی کتاب اور سنّتِ مشہور ہے، نہ کہ علما کے اجتہاد اور صوفیاء کے اقوال۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے کتاب اللہ میں غور و فکر نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں فہم و بصیرت حاصل نہیں کی، وہ ہم میں سے نہیں جس نے ایسے علما یعنی صوفیا کی صحبت و رفاقت ترک کر دی ہو جنہیں کتاب و سنّت میں معرفت حاصل ہو، وہ ہم میں سے نہیں جو ایسے علماء راسخین سے کنارہ کش ہو گیا جو تصوّف آگاہ ہیں...... باقی رہے جاہل صوفیا اور منکرینِ تصوّف، تو یہ دونوں ایمان کے لٹیرے اور دین چور ہیں ان سے بچ کے رہو۔

شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا معاصر[۳۸] متصوفین[۳۹] یا ان کی اپنی تعبیر میں "متحلانِ تصوّف"[۴۰] کی نشان دہی کی ہے اور ان کا ردِّ بلیغ فرمایا ہے، تفہیمات میں فرماتے ہیں:

و جمعے از متحلان تصوف ہستند کہ لباس زناں پوشند و زیور در پائے و گلو کنند...... و جمعے دیگر ہستند کہ نظارۂ امردان پیشہ گرفتہ اند و شرب خمر و بنگ و خلاعہ...... اختیار نمودند (۲۰)

اور تصوّف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والا ایک گروہ وہ ہے جو زنانہ لباس پہنتا ہے اور پاؤں و گلے میں زیور پہنتا ہے...... ایک دوسرا گروہ ہے جو نوخیزوں[۴۱] کا نظارہ کرتا ہے، شراب، بھنگ

۳۸ ایک ہی زمانہ کے

۳۹ بناوٹی صوفی

۴۰ تصوف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والے

۴۱ بے ریش خوبصورت لڑکوں

استعمال کرتا ہے اور بے شرمی میں مشغول رہتا ہے۔

اسی قبیل کے چھ مزید گروہوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے بارے میں شریعت کا حکم صریح بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

إِنّـي أَقُـوْلُ فِـيْ نَـفْسِـيْ إِنَّ هٰؤُلاَءِ الْمُتَصَوِّفَةُ الضَّالَّةُ فِيْ زَمَـانِـنَـا هٰـذَا أُشهِد اللّٰهَ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَنَّهُمْ فِرْقَةٌ نَابِتَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ مِنْ أَصْلِ الْإِسْلَامِ (۲۱)

میں اس زمانے کے ان گمراہ متصوفین پر خدا کو گواہ بنا کر اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ بخدا یہ اسلام میں پیدا ہونے والا ایسا گروہ ہے جسے اصل اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شاہ صاحب چونکہ تصوّف کو کتاب وسنّت کے تابع رکھنا اور اسے اس کے شفاف چشموں کی طرف واپس لوٹانا چاہتے ہیں، لہٰذا وہ بے روح ''رہ ورسم خانقاہی'' کی مخالفت کرتے ہیں، عقابوں کے نشیمن پر قابض ومتصرف زاغوں [۴۲] کو خصوصیت سے اپنی تنقید کا ہدف بناتے ہیں، کبھی ان کے جمود وتعطل [۴۳] پر ان کی گرفت کرتے ہیں، تو کبھی ان کی بے عملی اور بے راہ روی پر ان کی سرزنش کرتے ہیں، کہیں انتہائی دل سوزی کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے ہیں تو کہیں انہیں حرفیت وشکلیت [۴۴] کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

چند اقتباسات ملاحظہ کریں:

أقـول لأولاده الـمشـايخ المترسّمين برسم آبائهم من غيـر استـحـقـاق، يـاأيها الناس! مالكم تحزبتم أحزاباً واتبـع كـل ذی رأی رأيه، و تركتم الطريقة التي أنزلها الـلـه علي لسان محمد ﷺ رحمة بالناس و لطفاً بهم و هـدی لهـم، فـانـتـصـب كل واحد منكم إماماً و دعا

[۴۲] کووں [۴۳] سستی وکاہلی [۴۴] عیاری ومکاری

الناس إليه و زعم نفسه هاديا مهديا و هو ضالٌّ و مضلّ نحن لا نرضي بهؤلاء الذين يبايعون الناس ليشتروا به ثمناً قليلاً ...... (۲۲)

میں مشائخ کی ان اولاد سے کہتا ہوں جو بغیر کسی استحقاق کے بہ تکلف خود کو باپ دادا کے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں، اے لوگو! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہو اور ہر ایک اپنی رائے کی پیروی کر رہا ہے، اور تم نے اس طریقے کو چھوڑ دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے نازل کیا ہے، او رجو لوگوں کے لئے رحمت وکرم اور ہدایت ہے، تم میں سے ہر کوئی مقتدا اور رہنما بن بیٹھا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے اور خود کو ہادی ومہدی گمان کرتا ہے، جب کہ حال یہ ہے کہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گر بھی، ہم اُن سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے جو لوگوں سے اس لئے بیعت لیتے ہیں کہ اس کے ذریعے تھوڑی سی قیمت وصول کریں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

و أقـول للمتفسّقين من الوعّاظ و العبّاد و الجالسين في الخانقاهات أيها المتنسّكون ركبتم كل صعب و ذلول، و أخـلـتـم بـكـل رطـب و يـابـس و دعـوتم الناس إلي الـمـوضـوعـات و الأباطيل و عسرتم علي الخلق و إنما بـعثتم ميسّرين و لا معسّرين و تمسّكتم بكلام المغلوبين مـن الـعشّـاق، و كـلام الـعشّـاق يُـطْوىٰ و لا يُـرْوىٰ، و استطبتم الوسواس و سمّيتموه الاحتياط...... (۲۳)

اور میں فاسق واعظوں، عبادت گزاروں اور خانقاہوں کے مسند
نشینوں سے کہتا ہوں: اے زاہدو! تم نے ہر آسان و دشوار اور خشک
وتر کو اختیار کرلیا ہے، لوگوں کو موضوع روایات اور باطل خیالات
کی طرف بلایا ہے اور مخلوق کو دشواریوں میں ڈالا ہے، جب کہ تم
دشواریاں پیدا کرنے کے بجائے آسانیاں فراہم کرنے کے لئے
بھیجے گئے ہو، تم نے محبانِ خدا میں سے مغلوب الحال لوگوں کے
کلام کو پکڑلیا ہے جب کہ عاشقوں کی بات کو چھپایا جاتا ہے، پھیلایا
نہیں جاتا ہے، وسوسے تمہیں خوش آتے ہیں اور تم لوگ ان کا نام
احتیاط رکھتے تھے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے کے بعض صوفیا یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ نماز میں کمالِ خشوع وخضوع نہیں ہوتا، اس لئے نماز سے کوئی فائدہ نہیں ہے، ان لوگوں کی باتیں محض از قسم ''ظن'' ہیں اور ان کا نماز کو بے فائدہ سمجھنا اس لئے ہے کہ یہ لوگ ''حلاوتِ ذکر''[45] کی نسبت سے واقف نہیں ہیں''۔ (۲۴)

وصیت نامے میں فرماتے ہیں کہ:

وصیت دیگر آنست کہ دست در دست مشائخ ایں زمانہ ہرگز نابایدو
بیعت بایشاں نباید کرد...... (۲۵)

دوسری وصیت یہ ہے کہ اس زمانے کے مشائخ کے ہاتھوں میں
ہاتھ نہیں دینا چاہئے اور ہرگز ان کی بیعت نہیں کرنی چاہئے۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہاں مشائخ سے مراد وہی ''جہال'' اور ''کرامت فروشاں'' وغیرہ ہیں، ورنہ خود شاہ صاحب نے اپنے معاصرین سے بیعت و

۴۵ ذکر کی مٹھاس

ارادت حاصل کی اور ہزاروں کو اس سے سرفراز کیا۔

حضرت شاہ صاحب تصوف میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے، لہٰذا ان کی منصبی ذمہ داری تھی کہ اس فن شریف میں جو دخیل[46] افکار اور اعمال ہیں ان کی نشاندہی فرمائیں اور ان کا یہ عمل اکابرین صوفیا جیسے جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے عمل کا تسلسل ہی تھا، بلکہ انہی کے تتبع اور پیروی میں تھا۔ جس طرح شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مصلحانہ کوشش کی پاداش میں ایک گروہ کی ناراضی وتنقید اور دوسرے گروہ کی تحریف ودسیسہ کاری[47] کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح کچھ شاہ صاحب کے ساتھ بھی پیش آیا، البتہ دونوں میں فرق یہ رہا کہ شعرانی کی کتابوں میں زیادہ تر تحریف ان کی زندگی میں ہی ہوئی جس کا انہوں نے ''لطائف المنن'' وغیرہ میں ازالہ کردیا، مگر شاہ صاحب کے ساتھ یہ معاملہ ان کے انتقال کے بعد ہوا اور معنوی تحریفات کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں شعرانی کا سابقہ دینی معرفت رکھنے والوں اور زبان دانوں سے تھا، چنانچہ ان کی شخصیت سے غبار بہت جلدی ہٹ گیا اور لوگوں کی غلط فہمیاں بھی دور ہوگئی اور دسیسہ کاریوں کا بھی سدِ باب[48] ہوگیا، لیکن حضرت شاہ صاحب کا معاملہ دینی لحاظ سے نسبتاً کم آگاہ اور اردو خواں[49] لوگوں سے پڑا، چنانچہ ان کی شخصیت پر آج بھی غلط فہمیوں کی دھند پڑی ہوئی ہے۔

یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ شاہ صاحب جیسے صوفی اور حامی تصوف کو تصوف مخالف کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، اس طرح سے تو تمام اکابرین ومتقدمین صوفیا اور متاخرین میں سے تمام محققینِ صوفیا کو تصوف مخالف ثابت کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے ''متحلانِ تصوف''[50] اور ''مترسمین بالصوفیہ''[51]

۴۶ غلط راہ سے داخل ہونے والے — ۴۷ سازشوں ومکاریوں — ۴۸ خاتمہ
۴۹ اردو پڑھنے والے — ۵۰ تصوف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والے
۵۱ بہ تکلف خود کو صوفیہ کے رنگ میں ظاہر کرنے والے

کے خلاف قلمی وفکری اور قولی و عملی جہاد نہ کیا ہو، مگر یہ مٹھی بھر خاک سے روئے زمین کو ڈھانپنے کی بات ہوگی۔ بلکہ اس طرح تو فقہاء حِیَل [52] ورُخص [53] پر تنقید کی وجہ سے علماء شریعت کو فقہ مخالف، وضّاعین اور روایانِ ضعاف پر مُحدِّثین کی تجریح وتنقید کے نام پر انہیں حدیث مخالف، فلسفیانہ افکار رکھنے والے متکلمین کی زجر و توبیخ پر علماءِ عقیدہ کو توحید و کلام مخالف اور اسرائیلیات و ذاتی رائے کو تفسیر میں شامل کرنے والوں کی مخالفت کرنے والوں کو تفسیر مخالف ثابت کیا جا سکتا ہے۔

ایمان و دیانت کی بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کے حوالے سے تصوّف کو رد کرنے سے زیادہ علمی رویہ یہ ہوگا کہ تصوّف کے حوالے سے شاہ صاحب کو رد کر دیا جائے، اس لئے کہ شاہ صاحب نہ تو شریعت کا مدار علیہ ہیں اور نہ ان پر نجاتِ اُخروی موقوف ہے، لیکن اس کے لئے تطہیر کی ایک لمبی اور دل شکن ریاضت درکار ہوگی۔

مطلق تصوّف کی مخالفت میں شاہ صاحب کی کوئی ایک نص نہیں پیش کی جا سکتی اور نہ مستند صوفیا کے خلاف ان کا کوئی قول پیش کیا جا سکتا ہے، جنہیں تصوّف کے نام پر اکثر مطعون کیا جاتا ہے، حضرت شاہ صاحب کے ادب و احتیاط کا عالم تو یہ ہے کہ وہ ان مغلوب الحال صوفیا کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہتے جن کے متّبعین پر سخت تنقیدیں فرماتے ہیں۔ لہٰذا تصوّف کو نشانہ بنانے کے لئے شاہ صاحب کے کاندھوں کا استعمال سخت نا روا، اور رامانتِ علمی کے قطعاً خلاف ہے، شاہ صاحب کی تنقیدی حدیں صرف اور صرف تصوّف کے بعض فرعی مسائل اور بعض متاخر جاہل و بے عمل متصوّفین تک محدود تھیں، ان کے یہ تنقیدی بلکہ تجدیدی کارنامے ہمیشہ اربابِ تصوّف کے لئے مشعلِ راہ رہیں گے، انہوں نے تصوّف کے اس چشمے کی تنقیح و صفائی کا جو کام کیا ہے وہ تاریخِ تصوّف میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا، اہلِ تصوّف کو چاہئے کہ شاہ صاحب کے اس عمل کو جاری و ساری رکھیں، بلکہ آج تصوّف کی تہذیب اور صفائی کی ضرورت عہد

[52] حیلہ کی جمع ہے [53] رخصت کی جمع ہے

ولی اللّٰہی سے کہیں زیادہ ہے، تا کہ اسے موجودہ ''درگاہیت'' [54] کی یلغار اور نام نہاد صوفیا کے شب خون [55] سے محفوظ رکھا جا سکے اور اس کے ثمرات و برکات کو بندگانِ خدا کے درمیان زیادہ سے زیادہ عام کیا جا سکے۔

اگر شاہ صاحب کی ان عبارتوں بلکہ کتابوں سے صرف نظر کر لیا جائے جن میں انہوں نے صراحت کے ساتھ تصوّف کی تائید و حمایت کی ہے اور اگر ان کی زندگی کو بھی نظر انداز کر دیا جائے جو ابتداء تا انتہاء ایک صوفی کی زندگی سے عبارت ہے، اور صرف تصوّف اور صوفیا پر ان کی تنقیدوں کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو بھی ایک مُتوسِّط نظر والا تصوّف کے بارے میں ان کے فکر و موقف سے آگاہ ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ان کی تنقیدیں ہر جگہ مقید ہیں، جیسے: کرامت فروشاں، بعض متاخر صوفیا، المتصوّفۃ الضالّۃ فی زماننا، منتحلانِ تصوّف، بعض مشائخ، گرمی بازار پیدا کرنے والے، ہمارے زمانے کے بعض صوفیا، بعض بزرگوں، بعض صوفیاء نقشبند، ایک گروہ، جاہل اہلِ وجد، کچھ ایسے لوگ، جُہال الصوفیاء، بعض مشائخ متاخرین، فرقۂ اخریٰ، فرقہ نابتہ...... وغیرہ وغیرہ۔ ان قیود کا واضح مفہوم مخالف یہی ہے کہ حقیقی تصوّف اور اس کے عاملین ان تنقیدات کے دائرے سے باہر ہیں، اس ضمن میں حضرت شاہ صاحب نے ایک بڑی ہی دلنشین اور روح پرور تمثیل پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

> إن الزَّرَّاعَ يزرعُ الحُبوْبَ الغَاذيةَ النافعةَ ثم يسقيه الماء فينبت من غَزارةِ الماءِ و سهولةِ الأرض أنواعٌ من الكَلأِ و العُشُبِ، لا يتمّ أمر الزارع إلا بقطعها و إتلافها (۲۶)
>
> کسان کھیت میں نفع بخش غذائی دانوں کو بوتا ہے اور اسے پانی سے سینچتا ہے، تو پانی کی کثرت اور مٹی کی نرمی کے سبب اس میں

[54] جہاں مزار و دربار کی آڑ میں غیر شرعی کام کرنے

[55] رات کے وقت بے خبری میں اچانک حملہ

طرح طرح کا گھاس پھوس اُگ آتا ہے، کسان کا مقصد انہیں
کاٹے اور مٹائے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔

اور شاہ صاحب نے یہی کام کیا ہے جو کام اپنی فصل کی اہمیت وضرورت سے واقف اور اس سے محبت کرنے والا ماہر باشعور اور سمجھ دار کسان کرتا ہے، مصلحتِ زراعت سے ناواقف اور دُور سے دیکھنے والا، حامی زراعت ہو یا مخالف، کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نہ صرف ''تصوّف'' بلکہ نظری وعملی تصوّف کی تقریباً تمام اصطلاحات کو مانتے اور برتتے ہیں، ان جیسے بلند مرتبت عالم سے یہ بات کسی طرح پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اصطلاح کی حیثیت محض عنوان اور علامتِ دالّہ [56] کی ہوتی ہے اور یہ مقصود حقیقی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ کسی مقصود ومعہود مفہوم کے ابلاغ وترسیل کا بھی ایک ذریعہ ہوتی ہیں، اسی لئے اہلِ علم کے درمیان یہ قول بے حد مشہور ومقبول ہے کہ ''لا مناقشۃ فی الاصطلاح'' (اصطلاح میں کوئی نقاش واختلاف نہیں ہوتا) البتہ اصطلاح کا مفہوم ومصداق قابلِ بحث ومناقشہ بھی ہوتا ہے اور ردّ وقبول بھی، لیکن اس مفہوم ومصداق کی تعریف وبیان کا حق صرف اس کو وضع کرنے والوں یا اسے استعمال کرنے والوں کو ہوتا ہے، کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ واضع کی منشا اور اہل اصطلاح کے استعمال کے خلاف اس پر کوئی مفہوم اپنی طرف سے تھوپ دے اور پھر اس کا ردو ابطال کرنے بیٹھ جائے، یہ بھی علمِ جدل ومنطق کا ایک مسلّم قاعدہ ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی لفظ دو مختلف علموں میں بطور اصطلاح داخل ہوتا ہے، لیکن ان میں سے ایک کے مفہوم کو دوسری جگہ استعمال نہیں کیا جا سکتا، جیسے منطقی قیاس اور فقہی قیاس یا نحوی مرفوع اور حدیثی مرفوع وغیرہ۔

رہا اصطلاح تصوّف کا مفہوم تو وہ اہلِ تصوّف کے نزدیک ''ایسا علم ہے جس کے ذریعے تزکیۂ نفس، صفائی اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال کی معرفت ہے، تاکہ ابدی سعادت کا حصول ہو'' ۔(۴۷)

[56] رہنمائی ونشاندہی کرنے والی

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: ''تمام اچھے اخلاق کو اختیار کرنا اور برے اخلاق کو ترک کرنا تصوف ہے'' ۔(۴۸)

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۵۶ھ) کا ارشاد ہے:

التصـوف تدريب النفس على العبودية و ردّها للأحكام الربوبية (۴۹)

نفس کو عبادت کا خوگر بنانے اور اسے احکامِ الٰہی کی طرف پھیرنے
کا نام تصوّف ہے۔

بتائیے اس مفہوم میں کیا ہے جسے رواقی [57]، اشراقی [58]، ویدانتی یا نوافلاطونی کہا جائے، بلکہ یہی تولبِ دین [59] اور روحِ عقیدہ ہے، حکومتِ الٰہیہ یا نظامِ مصطفیٰ کا قیام ہو یا اقامتِ دین، اسلام کے نظامِ عدل واقتصاد کی تنفیذ ہو یا فہمِ قرآن وسنّت کی دعوت سب اسی غایتِ عظمیٰ کے حصول کے وسائل ہیں۔

جس طرح علم کلام یا توحید، مرتبۂ ایمان تک اور علم فقہ، مرتبۂ اسلام تک پہنچانے والے علوم ہیں، اسی طرح تصوف، مرتبۂ احسان تک پہنچانے والا علم ہے، یہ تینوں مراتب حدیثِ جبریل میں مذکور ہیں اور ان مراتب تک پہنچانے والے ان تینوں علوم کا مصدر [60] کتاب وسُنّت ہے، آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ توحید یا فقہ اپنے اصطلاحی معنوں میں کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئے، یا ان اصطلاح کے بجائے ایمان اور اسلام کا استعمال ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں قرونِ اولیٰ کے بعد ایجاد ہونے والی ہزاروں اصطلاحات جن میں سے اکثر ''تصوّف'' سے متأخر ہیں، ان کے خلاف کسی نے کوئی مہم جوئی نہیں کی، بلکہ ہر کوئی انہیں انشراحِ صدر کے ساتھ استعمال کرتا ہے اور جب ہماری

[57] فلسفیوں کا ایک گروہ جو تقدیر کا قائل ہے، یہ مشائی کے مقابل ہے۔
[58] حکماء قدیم یونان کا وہ گروہ جو ریاضت وتزکیہ نفس وروشن ضمیری کے باعث دور ہی سے شاگردوں کو تعلیم دینے میں مصروف ہیں، ایک دوسرے کے پاس جانے کی حاجت نہیں رکھتے۔
[59] دین کا مغز [60] اصل

کوئی بھی تحریر و گفتگو بیسویں صدی کی اصطلاحات سے خالی نہیں رہتی تو اس قدیم اصطلاح پر اعتراض کا جواز کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے؟۔

تصوّف کی یہ اصطلاح خیر القرون کے آخری مرحلے میں رواج پا گئی تھی، اور پہلی صدی کے اواخر میں خوب شائع وذائع تھی، اس کی دلیل حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰ھ) کا یہ قول ہے کہ: ”رأيتُ صوفيا في الطوافِ فأعطيتهُ شيئًا فلم يأخذه و قال معي أربعة دوانيقَ يكفيني ما معي“ (۳۰) (میں نے دورانِ طواف ایک صوفی کو دیکھا تو اسے کچھ دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دوانیق ہیں اور جب تک یہ میرے پاس ہیں میرے لئے کافی ہیں) اور حضرت سفیان ثوری کا یہ اعتراف کہ: ”لو لا أبو هاشم الصوفي ما عرفت دقيق الرياء“ (۳۱) (اگر صوفی ابو ہاشم نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتا) بلکہ مولانا عبد الماجد دریا بادی نے امام طوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۸ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”اخبار مکہ“ کے مطابق لفظ صوفی اسلام سے پہلے بھی عابد و زاہد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (۳۲) یہ اسلام کے بالکل خلافِ واقعہ ترجمانی ہے کہ علمی اصطلاح وضع کرنے پر اس نے کوئی پابندی لگائی ہے۔ یہ ان متقدمین علماء حدیث وتفسیر وفقہ وتوحید پر تہمت بھی ہے جنہوں نے ہزاروں اصطلاحیں بنائیں۔ (اللہ ان سب کو جزائے خیر دے) اور اس ضمن میں ”رَاعِنَا“ جیسے غیر اصطلاحی لفظ کے استعمال پر قرآن کریم کی وقتی و عارضی پابندی کو حُجت بنانا بھی قیاس مع الفارق یا سفسطہ[۱۲] ہے۔

ان سب کے باوجود یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوّف ایک خالص ذوقی و معنوی علم اور قلبی و باطنی اعمال کا نام ہے، اس میں الفاظ وظواہر کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، آپ اسے تصوّف نہ کہئے، روحانی اسلام کہئے، تزکیہ کہئے، احسان کہئے،

[۱۲] قیاس کی وہ قسم جو وہمی و خیالی مقدمات سے ترکیب پاتی ہے، جس کی غرض مقابل مخالف کو صامت و ساکت اور عزم قرار دے دینا ہوتا ہے۔

اسلام کا باطنی رُخ یا اس کا نظریۂ اخلاق اور تہذیب نفس کہئے، کوئی اصطلاح استعمال کیجئے، بہ شرطیکہ وہ تصوّف کی حقیقت و رُوح کے منافی نہ ہو، تصوّف کو کسی اصطلاح پر اصرار ہے اور نہ کسی مناسب اصطلاح پر کوئی اعتراض ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنی تنقیدِ تصوف میں کہیں بھی اس اصطلاح سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے اور نہ انہیں اس سے کوئی اختلاف تھا، انہوں نے اپنی تحریروں میں ہزاروں بار اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے، البتہ کہیں کہیں اس کی جگہ لفظ ”احسان“ کا استعمال کیا ہے اور وہ بھی زیادہ تر عربی کتابوں میں، اس کا سبب صرف ان کا عربی ذوق ہے، اسے کوئی اور معنی دینا صحیح نہیں ہے، اس استعمال میں شاہ صاحب کی کوئی تخصیص یا انہیں اوّلیت حاصل نہیں ہے، بلکہ تصوّف کی قدیم وجدید عربی کتابوں میں اس کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ شاہ صاحب کو کلّی یا جزئی طور پر اس اصطلاح سے کوئی اختلاف تھا، یا انہوں نے تصوّف سے زیادہ احسان کی اصطلاح استعمال کی ہے، اور یا پھر ان کی صوفیانہ فکر کی تعبیر اور اس کے بیان میں قصداً اور خواہ مخواہ صرف لفظ احسان کا استعمال کرنا، صحیح ترجمانی نہیں، بلکہ ایک طرف سے معنوی تحریف ہے۔

جہاں تک تصوّف، احسان اور تزکیہ سے متعلق شاہ صاحب کی فکر کا سوال ہے تو اسے خواہ کسی رنگ و آہنگ میں پیش کیا جائے اور اس کے لئے خواہ کیسے ہی الفاظ و مصطلحات کا استعمال کیا جائے، وہ اہلِ تصوّف کی عمومی فکر سے باہر کی کوئی چیز نہیں ہے، ان کی فکرِ تصوّف کے تمام عناصر صوفیا کی کتابوں میں موجود، بلکہ انہی سے ماخوذ ہیں، البتہ شاہ صاحب کی فکرِ تصوّف میں بعض ایسے عناصر ضرور موجود ہیں جنہیں اگر متقدمین اور محققین ائمۂ تصوّف کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو شاید مشکل ہی سے انہیں قبول و استحسان حاصل ہو۔

شاہ صاحب نے اپنی تنقیدات میں اشارۃً و کنایۃً بھی تصوف کو غیر اسلامی نہیں قرار دیا ہے بلکہ وہ اسے روحِ اسلام سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں ان کی تحریروں سے سینکڑوں نصوص و اشارات پیش کئے جاسکتے ہیں، لہٰذا پورے تصوف کو اجنبی و دخیل ماننے والوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ شاہ صاحب کو اس کا ذریعہ بنائیں۔

"تصوف کی اصل غیر اسلامی ہے"، یہ تصوف پر ایک قدیم الزام ہے لیکن جتنا قدیم یہ الزام ہے اتنا ہی قدیم اس "غیر اسلامی اصل" کی تعیین میں الزام لگانے والوں کا باہمی اختلاف و اضطراب بھی ہے، ایک گروہ اسے ویدوں کی تعلیم سے ماخوذ مانتا ہے اس کی قیادت ہارٹن (Horton)، بلو شیٹ (Blochet) اور ماسینون (Massignon) وغیرہ کرتے ہیں، تو دوسرا اسے بودھ دھرم سے مستعار سمجھتا ہے، اس کی سربراہی گولڈ زیہر (Goldzeher) اور اولیری (O'Leary) وغیرہ کرتے ہیں، تیسرا عیسائی رہبانیت کو تصوف کا منبع و مصدر قرار دیتا ہے، ابتداء میں نکلسن کی یہی رائے تھی، لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور Religion and Encyclopaedia of Ethic میں یہ اعتراف کیا ہے کہ تصوف کے بارے میں اب تک کے سارے قیاس غلط تھے اور اس کا ماخذ صرف اور صرف کتاب و سنت ہے، کچھ اسے ایرانی مانویت کا چربہ بتاتے ہیں اور بعض حضرات تو تمام علمی و اخلاقی حدیں توڑتے ہوئے اس کی اصل ایسے فکری و فلسفیانہ مکاتبِ فکر کو قرار دیتے ہیں جو تصوف کے بعد کی پیداوار ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بھانت بھانت کی بولیاں ہی اس الزام کے بے حقیقت ہونے کی دلیل ہیں۔

آخر میں ایک اہم سوال ہے کہ جب حضرت شاہ صاحب کا ایک نظری و عملی صوفی ہونا آفتاب نیم روز کی طرح واضح و روشن ہے اور ان کی تنقیدِ تصوف کی حدیں بھی متعین ہیں جو صرف بعض فروعی مسائل اور جاہل صوفیا تک محدود ہیں، تو آخر کیا وجہ ہے کہ گزشتہ

ایک سو برس یا کچھ کم و بیش سے شاہ صاحب کو تصوف کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے؟ ایں و آں قدر رہر کوئی شاہ صاحب ہی کے حوالے سے تصوف کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ شاہ صاحب تصوف کی چودہ سو سالہ تاریخ کے سب سے محتاط صوفی ہوں، بلکہ ان سے کہیں زیادہ محتاط اور ظاہر شریعت پر عمل کرنے والے بھی ناوکِ طعن[۴۲] و تنقید سے محفوظ نہیں ہیں، تو پھر شاہ صاحب میں ایسی کیا خصوصیت ہے، یا پھر معارضین تصوف کی ایسی کون سی مجبوری ہے کہ ان کے بغیر بات نہیں بنتی ہے، اور تصوف مخالف کوئی بھی تحریر یا گفتگو ان کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی؟ کیا یہ اس لئے کہ اسلامیانِ ہند میں شاہ صاحب سے پہلے ان کے قد و قامت کی کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جسے اس کام کے لئے استعمال کیا جائے؟ یا ان کے بعد کی کوئی شخصیت خود معارضین کی اپنی نگاہوں میں بھی لائقِ اعتنا[۴۳] اور قابلِ شمار نہیں؟ جب کہ ان کے بعد تصوف مخالف شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے، یا اس کا سبب فکرِ ولی اللٰہی کی وہ آدھی ادھوری، محرّف[۴۴] اور غیر واقعی صورت گری ہے جو ماضی میں کی گئی ہے اور جس نے اس علمی تضاد اور فکری تناقض کو جنم دیا ہے؟ یا...... کوئی اور سبب ہے؟ اس سوال کا جواب ایک اہم اور ضروری علمی تقاضا ہے "فہل من مجیب؟"۔ (۳۳)

حواشی و مراجع

۱۔ شاہ صاحب کے ان افکار و معمولات کے لئے خود ان کی تصنیفات ملاحظہ فرمائیں جیسے: القول الجمیل (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکادمی، لاہور)، الطاف القدس (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۰۷ھ)، فیوض الحرمین (مطبع احمد، دہلی ۱۳۰۸ھ)، انفاس العارفین (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۳۵ھ)، ہمعات (مکتبہ رحمانیہ، دیوبند ۱۳۶۹ھ)، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اسانید وارثی رسول اللہ (مطبع احمدی، دہلی ۱۳۱۱ھ)، أطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم (مطبعہ ضیاء القرآن، لاہور ۱۹۸۵ء)، الخیر

۴۲۔ طعنوں کے تیر ۴۳۔ لائقِ توجہ ۴۴۔ تحریف شدہ

الکثیر ،مترتبہ: شیخ محمد عاشق پھلتی (مدینہ برقی پریس ، جون پور ۱۳۵۲ھ)،لمحات (حیدر آباد، غیر مؤرخ)، التفہیمات الالٰہیہ (مجلسِ علمی، ڈھابیل ۱۳۵۵ھ)القول الجلی فی ذکر آثار الولی وغیرہ۔

مزید دیکھئے: پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی، الامام الشاہ ولی اللہ الدہلوی، عرض موجز لحیاتہ وفکرہ، ادارۂ علومِ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۱ء، ص ۶۹ ـ ۷۶

۲ـ رسائلِ شاہ ولی اللہ، جلد اول، تحقیق وترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۵ ـ ۲۲۶

۳ـ تفہیمات، مطبوعہ ڈھابیل، ج ۲ ص ۱۵۰

۴ـ نفسِ مرجع، ج ۲ ص ۱۵۱

۵ـ تصوف کی کتابیں کتاب وسنّت سے تمسک (یعنی دلیل وحجت پکڑنا) اور شریعت کی اتباع وتعظیم کی اہمیت وضرورت کے موضوع سے بھری ہوئی ہیں، تصوف پر اس جہت سے طعن وتشنیع بڑی نامناسب بات ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علمنا هذا مشتبک بالکتاب و السنّة" (ہمارا یہ علمِ تصوف حدیثِ رسول ﷺ سے گندھا ہوا ہے)۔ دیکھئے: ابونصر سراج طوسی، کتاب اللمع، دار الکتب الحدیثیہ، مصر ۱۹۶۰ء، ص ۱۴۴۔ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ کسی شخص کی بزرگی کو سُن کر اس سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ شخص قبلہ کی طرف تھوک رہا ہے، آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آؤ لوٹ چلیں "هذا الرَّجُلُ لیس بمأمونٍ علی أدبٍ من آدابِ رسولِ الله ﷺ فكیف یكونُ مأموناً علی ما یَدَّعِیْهِ من مقاماتِ الأولیاءِ" (یہ شخص جب رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب کی پاسداری نہیں کر سکا تو اولیاء کے ان مقامات کی پاسداری کیا کرے گا جن کا یہ مدعی ہے)۔ کتاب اللمع، مرجع سابق ص ۱۴۶۔ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ فرماتے ہیں: "من لم یزن أفعاله و أقواله فی كل وقت بالكتاب و السنّة و لم یتهم خواطره فلا یعدّ فی دیوانِ الرجال" (جو ہمہ وقت اپنے اعمال واقوال کو کتاب وسنّت پر نہیں تولتا اور اپنے ذاتی خیال کو رد نہیں کرتا اس کا شمار صوفیاء میں نہیں ہوتا) ان

شواہد کے لئے دفاتر کی ضرورت ہوگی، اور یہ ایسی حقیقت ہے اس عہدِ زوال میں کوئی کچھ بھی کہے لیکن اس کا اعتراف خود شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم نے کیا ہے، اول الذکر اپنی کتاب "الفرقان بین أولیاء الرحمان و أولیاء الشیطان" میں فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، معروف کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "یہ کتاب وسنّت کے مشائخ ہیں، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" اور ابن قیم صوفیاء کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ: "تصوف کتاب وسنّت سے الگ چیز نہیں ہے"۔ دیکھئے: محمد منظور نعمانی (مرتب) تصوف کیا ہے؟، مقالہ: محمد اویس نگرامی "تصوف اور شیخین" کتب خانہ الفرقان، لکھنو ۱۹۸۱ء، ص ۹۱۔

۶ـ تفہیمات، مطبوعہ ڈھابیل، ج ۲ ص ۴۵

۷ـ امامِ اہلِ تصوف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إن ابلیس نفسه و هو ملهم الخبائث لا یجرئو تلک القولة الملعونة التی ارتکب أربابها أمرا إذا تكاد السماوات یتفطرن منه و تخر الجبال هذا" (برائیوں کا ملہم ہونے کے باوجود خود ابلیس بھی اس ملعون قول کی جرأت نہیں کرے گا جس کا ارتکاب اتحاد وحلول کا عقیدہ رکھنے والوں نے کیا ہے، قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور پہاڑ ڈھہ کر گر جائیں)۔ دیکھئے: طٰہٰ عبد الباقی، التصوف الاسلامی و الامام الشعرانی، مکتبۃ النہضۃ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء، طبع دوم، ص ۹۲

عارف باللہ "علی خواص" فرماتے ہیں: "هؤلاء الزنادقة و هم أنجس الطوائف لأنهم لا یرون حساباً و لا عقاباً، و لا جنّةً و لا ناراً، و لا حراماً و لا حلالاً، و لا آخرةً......" (اتحاد وحلول کا عقیدہ رکھنے والے زنادقہ ہیں، اور یہ سب سے ناپاک گروہ ہے، کیونکہ ان کی نگاہوں میں حساب وعذاب، جنت ودوزخ، حلال حرام اور آخرت...... سب بے حقیقت ہیں)، دیکھئے: نفس مرجع، نفس صفحہ۔ شیخ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے، جس کا نام ہے "حلولیة لعنهم الله" اس میں حلول واتحاد کا عقیدہ رکھنے والوں کی زبردست مذمت ونکیر کی ہے، دیکھئے: اردو ترجمہ فضل الدین گوہر، ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی، غیر مؤرخ،

ص ۳۶۰۔ اور خود شیخ اکبر نے حلول و اتحاد کا رد کیا ہے، اپنی کتاب "عقیدۂ وسطیٰ" میں فرماتے ہیں کہ: "**لا حلول و لا اتحاد ...... و ما قال بالإتحاد إلا أهل الإلحاد كما إن القائل بالحلول من أهل الجهل و الفضول**" (کہاں کا حلول اور کیسا اتحاد...... اتحاد کی بات کرنے والا ملحد اور حلول کا قول اختیار کرنے والا صاحب جہل و فضول ہے)۔ دیکھیے: التصوف الاسلامی، مرجع سابق، ص ۹۱

۸۔ تفہیمات، مطبوعہ ڈھابیل، ج ۱ص ۲۰۶

۹۔ التفہیمات الالٰہیہ، مخطوطہ حبیب گنج کلکشن، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۲۹۴

۱۰۔ الطاف القدس، ترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۸ء، لطائف خمسہ کی تہذیب کا بیان، ص ۴۹

۱۱۔ الطاف القدس، مرجع سابق، ص ۵۹

۱۲۔ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، شاہ ولی اللہ اکادمی، لاہور، ص ۶۴

۱۳۔ نفس مرجع، ص ۵۱، ۵۲

۱۴۔ ہمعات، اردو ترجمہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۶۰

۱۵۔ نفس مرجع، ص ۶۷

۱۶۔ نفس مرجع، ص ۸۵

۱۷۔ تفہیمات (مخطوطہ)، ص ۲۶۱

۱۸۔ القول الجمیل، مرجع سابق، ص ۱۰۷۔ شاہ صاحب کی یہ عبارت بے حد جامع اور ان کے فکر و مسلک کی پوری نمائندگی کرنے والی ہے، اس کی روشنی میں ان کے مطلوب مسلمان کی مکمل تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے، جو محققین فقہاء کے پیروکار ایک صوفی کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

۱۹۔ تفہیمات، مخطوطہ آزاد لائبریری، وعبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۲۱۰۔ اس عبارت کا آخری فقرہ "**أما الجهال من الصوفية و الجاحدون للتصوّف**" تمام مطبوعہ نسخوں میں محرف ہے اور ان سب

میں شاہ صاحب کے مقصود کا سراسر خلاف "**المجاهدون للتصوّف**" ہے، البتہ عبید اللہ سندھی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب میں عبارت کا جو ترجمہ دیا ہے وہ اصل کے مطابق اس طرح ہے "اور باقی رہے جاہل صوفیہ اور جاہل علماء جو تصوف کا انکار کرتے ہیں تو یہ دونوں چور اور رہزن ہیں"۔ مقالہ کی ترتیب کے دوران سندھی صاحب کا ایک مضمون مطبوعہ رسالہ فرقان (بار دوم، بریلی، ۱۳۶۰ھ) دستیاب ہوا جس میں عربی متن بھی شامل ہے اور اس میں "الجاحدون للتصوف" ہی مذکور ہے۔

۲۰۔ تفہیمات، ڈھابیل، ج ۱ص ۱۱۳۔۱۱۵

۲۱۔ نفس مرجع، ج ۱ص ۲۰۵

۲۲۔ تفہیمات، (ڈھابیل)، ج ۱ص ۲۱۴

۲۳۔ نفس مرجع، ج ۱ص ۲۱۵

۲۴۔ ہمعات، مرجع سابق، ص ۹۹۔۱۰۰

۲۵۔ تفہیمات، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ، حیدرآباد (سندھ)، ص ۲۸۹

۲۶۔ تفہیمات (ڈھابیل)، ج ۱ص ۲۰۵

۲۷۔ دیکھیے: قاضی زکریا انصاری (متوفی ۹۲۹ھ)، شرح الرسالۃ القشیریۃ، مصطفیٰ البابی حلبی، مصر، ص ۷

۲۸۔ دیکھیے: مصطفیٰ مدنی، النصرۃ النبویۃ، مطبعہ عامریۃ، مصر، ۱۳۱۶ھ، ص ۴۲

۲۹۔ دیکھیے: حامد صقر، نور التحقیق، مطبعہ دار التالیف، مصر ۱۳۶۹ھ، ص ۹۳

۳۰۔ دیکھیے: ابونصر سراج طوسی، کتاب اللمع، مرجع سابق، ص ۴۲

۳۱۔ دیکھیے: عبد الرحمان جامی، نفحات الانس، تحقیق: مہدی توحیدی، چاپخانہ زہراء، ایران ۱۳۳۶ھ، (۱۳۷۶ھ)، ص ۳۱

۳۲۔ عبد الماجد دریا آبادی، تصوف اسلام، مطبعہ معارف اعظم گڑھ، طبع سوم، ص ۳۱۔ و کتاب اللمع، مرجع سابق، ص ۴۲۔۴۳

۳۳۔ عربی جملہ کا مقصد دعوتِ جواب نہیں صرف دعوتِ فکر ہے اور یہ محض ایک سخن گسترانہ (اضافہ کرنے والا) فقرہ ہے۔